سلسلۂ ایمان افروز تاریخی واقعات: ۵

مستند اسلامی تاریخی واقعات کی ادبی اور ایمان افروز پیش کش

کفن میں یہ تحریر رکھ دینا

خلیفہ حضور تاج الشریعہ حضرت

مفتی محمد راحت خان قادری

دار العلوم فیضان تاج الشریعہ، بریلی شریف

AL MAKTAB AL-NOOR

سلسلۂ ایمان افروز تاریخی واقعات: ۵

مستند اسلامی تاریخی واقعات کی ادبی اور ایمان افروز پیش کش

کفن میں یہ تحریر رکھ دینا

خلیفۂ حضور تاج الشریعہ حضرت

مفتی محمد راحت خان قادری

دار العلوم فیضان تاج الشریعہ، بریلی شریف

AL MAKTAB AL-NOOR

المکتب النور بریلی شریف

عدل صرف یہ نہیں کہ انسان دوسروں کے حقوق ادا کرے، بلکہ یہ بھی ہے کہ اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے پہلے اپنے ذمے باقی ہر حق کی فکر کرے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت صرف ان کی حکومت میں نہیں، بلکہ اس دل سے بھی تھی جو ایک مظلوم کی شکایت سے بھی لرز اٹھتا تھا۔

سلسلۂ ایمان افروز تاریخی واقعات (۵)

سلسلۂ اشاعت : ۲۷

نام کتاب ——— کفن میں یہ تحریر رکھ دینا

تصنیف ——— مفتی محمد راحت خان قادری

پروف ریڈنگ ——— مفتی محمد انور علی مصباحی، مفتی محمد عظیم الشان مرکزی
مفتی محمد ہارون احمد منظری

سرِ ورق تزئین کاری ——— مولانا محمد عامر احمد امجدی دہلی [7503518254]

صفحات ——— ۲۸

اشاعت ——— ۱۴۴۸ھ/۲۰۲۶ء

ناشر ——— المکتب النور بریلی شریف

AL MAKTAB AL-NOOR

ALMAKTABUN-NOOR

Shikarpur Chaudhry, Izzatnagar
Bareilly Shareef, (U.P.) India,
Pin:243122
Mob:+91-9412684116
www.faizanetajushshariya.com

فہرست

شرف انتساب

یہ کتاب....ان نفوسِ قدسیہ کے نام...

جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی عدالت کا خوف، لوگوں کی تعریف سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب، اور اپنے ہر عمل کا محاسبہ زندہ رہتا ہے۔

ان اہلِ عدل وامانت کے نام...

جو منصب کو اعزاز نہیں، امانت سمجھتے ہیں؛ جو کسی کمزور کی آہ سے لرز اٹھتے ہیں؛ اور جن کی سب سے بڑی آرزو یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں تو کسی بندۂ خدا کا حق ان کے ذمے باقی نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خوفِ خدا، احساسِ جواب دہی اور حقوق العباد کی ادائیگی کے جذبے کا ادنیٰ سا حصہ عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

محمد راحت خان قادری

سلسلۂ ایمان افروز تاریخی واقعات

مستند اسلامی تاریخی واقعات کی ادبی اور ایمان افروز پیش کش

اسلامی تاریخ ایسے بے شمار واقعات سے معمور ہے جو ایمان، تقویٰ، دیانت، عدل، ایثار، صبر اور اتباعِ سنت کے روشن نمونے پیش کرتے ہیں۔ ان میں سے بہت سے واقعات اپنی معنوی عظمت کے باوجود عام قارئین کی نگاہوں سے اوجھل رہ جاتے ہیں، جبکہ افسانوی ادب اور خیالی داستانیں زیادہ توجہ حاصل کر لیتی ہیں۔

"سلسلۂ ایمان افروز تاریخی واقعات" کا مقصد اسلامی تاریخ کے مستند اور معروف واقعات کو ادبی، دل نشین اور مؤثر انداز میں پیش کرنا ہے، تاکہ قاری مطالعے کی دلچسپی کے ساتھ ساتھ ایمان و اخلاق کی تازگی اور کردار سازی کا سامان بھی حاصل کر سکے۔

معتبر تاریخی مصادر پر مبنی اس سلسلے کے مندرجہ ذیل چار رسائل شائع ہو چکے ہیں:

(۱) خدا تو دیکھ رہا ہے

(۲) اگر میں نے ان کی راہ چھوڑ دی...

(۳) یہ بوجھ مجھے ہی اٹھانا ہوگا

(۴) یہ اس نومولود کا حق ہے

یہ چاروں رسائل اہلِ علم اور ذوقِ مطالعہ رکھنے والے قارئین میں پسند کیے گئے

اوران کی حوصلہ افزائی نے اس سلسلے کو آگے بڑھانے کا جذبہ عطا کیا۔

اسی سلسلے کا پانچواں رسالہ **"کفن میں یہ تحریر رکھ دینا"** اپنی خوبیوں کے ساتھ اب قارئینِ کرام کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

اس سلسلہ کی چھٹی اور اگلی کڑی ہوگی **"حدیبیہ کی یاد ابھی باقی ہے"**۔

ان شاء اللہ تعالیٰ اس سلسلے کی ہر ایک پیش کش معتبر تاریخی مصادر پر مبنی ہوگی، البتہ واقعات کو اسی طرح عصرِ حاضر کے قاری کے ذوق کے مطابق ادبی پیرایۂ بیان میں تخیلی طرز پر پیش کیا جائے گا، تاکہ تاریخ کا سبق دل و دماغ دونوں تک پہنچ سکے۔

ہم دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلے کو خلوص نیت اور دیانت کے ساتھ دوام عطا فرمائے، دینِ اسلام کی خدمت، تاریخِ اسلام سے وابستگی، اور سیرتِ صالحین کے فروغ کا ذریعہ بنائے۔

محمد عظیم الشان نوری مرکزی

مدرس دارالعلوم فیضان تاج الشریعہ، منیجر المکتب النور، بریلی شریف

مقدمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ، وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ، سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحٰبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ، اَمَّا بَعۡدُ:

انسان کی زندگی میں ایسے لمحات بھی آتے ہیں جو بظاہر بہت معمولی دکھائی دیتے ہیں، مگر حقیقت میں وہی لمحات اس کے کردار، ایمان اور انجام کا فیصلہ کر دیتے ہیں۔ ایک سچا مسلمان صرف اس بات کی فکر نہیں کرتا کہ دنیا اس کے بارے میں کیا رائے قائم کرے گی، بلکہ اس کا سب سے بڑا خوف یہ ہوتا ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ کے حضور کسی بندے کا حق اس کے ذمے باقی نہ رہ جائے۔

زیر نظر رسالہ "**کفن میں یہ تحریر رکھ دینا**" حضرت امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مبارک زندگی کے ایک ایسے واقعے پر مشتمل ہے، جو خوفِ خدا، احتسابِ نفس اور حقوق العباد کی ادائیگی کی بے مثال تصویر پیش کرتا ہے۔ ایک بوڑھی خاتون کی چند شکایتی باتیں ایک ایسے عظیم حکمران کے دل کو ہلا دیتی ہیں، جس کی عدالت کی مثالیں آج بھی دنیا میں دی جاتی ہیں۔ وہ اپنی صفائی پیش نہیں کرتے، اپنی خدمات نہیں گنواتے، بلکہ اپنے نفس کو ملامت کرتے ہیں، مظلوم کو راضی کرتے ہیں، اور پھر ایک ایسی تحریر لکھواتے ہیں جسے اپنے کفن میں رکھنے کی وصیت کرتے ہیں، اس امید پر کہ اگر اللہ تعالیٰ کے حضور پیشی کا وقت آ جائے تو شاید یہی گواہی ان کے لیے رحمت کا سبب بن جائے۔

آج کے دور میں، جب انسان اپنی غلطیوں کا اعتراف کرنے کے بجائے ان کا دفاع کرنے میں زیادہ دلچسپی رکھتا ہے، یہ واقعہ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ حقیقی عظمت اقتدار میں نہیں، بلکہ جواب دہی کے احساس میں ہے؛ کامیابی منصب حاصل کرنے میں نہیں، بلکہ امانت کا حق ادا کرنے میں ہے؛ اور عزت اس شخص کی نہیں جو لوگوں سے اپنی تعریف سن لے، بلکہ اس کی ہے جو اپنے رب کے سامنے سرخرو ہو۔

اسی مقصد کے پیشِ نظر اس تاریخی واقعے کو ادبی اسلوب میں، منظر نگاری، مکالمات اور داخلی احساسات کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے، تاکہ قاری نہ صرف واقعہ پڑھے بلکہ اسے محسوس بھی کرے، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت سے اپنے لیے عمل کا راستہ تلاش کر سکے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس معمولی سی کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، اسے قارئین کے لیے ذریعۂ ہدایت و نصیحت بنائے، اور ہمیں بھی وہ زندہ ضمیری عطا فرمائے جو ہر لمحہ اپنے رب کے حضور حساب و کتاب کو یاد رکھتا ہو اور کسی بندۂ خدا کا حق اپنے ذمے باقی رہنے سے ڈرتا ہو۔

اصل روایت اور اس کے مراجع

زیرِ نظر رسالے کا مرکزی واقعہ اسلامی تاریخ کے اُن معروف اور مقبول واقعات میں سے ہے جسے متعدد محدثین، مؤرخین اور سوانح نگاروں نے مختلف اسانید اور قدرے لفظی اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اگرچہ الفاظ اور بعض جزئیات میں معمولی اختلاف پایا جاتا ہے، تاہم واقعے کا بنیادی مضمون تمام مصادر میں یکساں ہے۔ اسی لیے مناسب معلوم ہوا کہ اصل روایت اور اس کے اہم مراجع یہاں پیش کر دیے جائیں، تاکہ اس

رسالے کی تاریخی بنیاد قارئین کے سامنے واضح رہے اور اہلِ علم کے لیے مراجعت کا دروازہ بھی کھلا رہے۔ شیخ الحرمین امام محب الدین طبری [م ٦٩٤ھ] نے اس روایت کو "الرياض النضرة في مناقب العشرة" میں نقل فرمایا ہے اس کے الفاظ یہ ہے:

"وعن ... أن عمر لما رجع من الشام إلى المدينة انفرد عن الناس ليعرف أخبارهم فمر بعجوز في خبائها فقصدها فقالت: يا هذا ما فعل عمر؟ قال: هو ذا قد أقبل من الشام، قالت: لا جزاه الله عني خيرا، قال: ويحك! ولم؟ قالت: لأنه والله ما نالني من عطائه منذ ولي إلى يومنا هذا دينار ولا درهم، فقال: ويحك ما يدري عمر حالك، وأنت في هذا الموضع؟ فقالت: سبحان الله ما ظننت أن أحدا يلي على الناس ولا يدري ما بين مشرقها ومغربها! قال: فأقبل عمر وهو يبكي ويقول: واعمراه! واخصوماه! كل واحد أفقه منك يا عمر، ثم قال لها: بكم تبيعيني ظلامتك منه فإني أرحمه من النار؟ قالت: لا تهزأ بنا يرحمك الله، قال لها عمر: ليس بهزء، فلم يزل بها حتى اشترى ظلامتها بخمسة وعشرين دينارا، فبينا هو كذلك إذ أقبل علي بن أبي طالب وابن مسعود فقالا: السلام عليك يا أمير المؤمنين، فوضعت المرأة يدها على رأسها وقالت: واسوءتاه!! شتمت أمير المؤمنين في وجهه، فقال لها عمر: لا عليك يرحمك الله، قال: ثم طلب عمر قطعة جلد يكتب فيه فلم يجد، فقطع قطعة من فروة كان لبسها وكتب: "بسم الله الرحمن الرحيم" هذا ما اشترى عمر من فلانة ظلامتها منذ ولي إلى يومنا بخمسة وعشرين دينارا، فما تدعي عند وقوفي في المحشر بين يدي الله -عز وجل- فعمر منه بريء، شهد على ذلك علي بن أبي طالب وعبد الله بن مسعود، ثم دفع الكتاب إلى علي وقال: إذا

أناتقدمتك، فاجعلهافي كفني"۔

اس واقعے کو بعض لفظی اختلاف کے ساتھ درج ذیل مصادر میں نقل کیا گیا ہے:

(۱)نوادر الخلفاء المشهور بـ"إعلام الناس بما وقع للبرامكة مع بني العباس"، ص: ۱۰۱، دار الكتب العلمية، بيروت، ۱۴۲۵ھ

(۲)الرياض النضرة فى مناقب العشرة، الباب الثاني: في مناقب أمير المؤمنين أبي حفص عمر بن الخطاب رضي الله عنه، ج: ۲، ص: ۳۹۰، ۳۹۱، دار الكتب العلمية، بيروت

(۳)سمط النجوم العوالي في أنباء الأوائل والتوالي، ج: ۲، ص: ۴۷۰، دار الكتب العلمية، بيروت، ۱۴۱۹ھ

علمی وضاحت

اس رسالے میں بیان کردہ واقعے کی اصل بنیاد متعدد معتبر تاریخی روایات پر ہے، جن میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رعایا کے حالات معلوم کرنے کے لیے تنہا نکلنا، ایک بوڑھی خاتون کی شکایت سن کر اپنے نفس کا سخت محاسبہ کرنا، اس کی مظلومیت کا ازالہ کرنا، اور اپنی براءت کی تحریر لکھوا کر اسے اپنے کفن میں رکھنے کی وصیت کرنا مختلف الفاظ کے ساتھ منقول ہے۔

البتہ اس رسالے میں بعض مقامات پر منظر نگاری، مکالمات، داخلی احساسات اور جزوی تفصیلات کو ادبی اسلوب کے مطابق مرتب کیا گیا ہے، تاکہ واقعے کا ایمانی، اخلاقی اور تربیتی پیغام زیادہ مؤثر انداز میں قاری تک پہنچ سکے۔ انہیں مستقل تاریخی روایت یا لفظی نقل نہ سمجھا جائے، بلکہ اصل واقعے کی ادبی ترجمانی تصور کیا جائے۔ اس پوری کاوش میں اس امر کا خصوصی اہتمام کیا گیا ہے کہ کسی ثابت شدہ تاریخی حقیقت میں کوئی اضافہ یا تبدیلی نہ ہو۔

یہ رسالہ درحقیقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت کے اس عظیم پہلو کی تشریح ہے، جس میں خوفِ آخرت، احتسابِ نفس، حقوق العباد کی ادائیگی اور عدل و امانت کا ایسا اعلیٰ نمونہ سامنے آتا ہے، جو ہر صاحبِ اختیار کے لیے ہمیشہ مشعلِ راہ رہے گا۔ اس واقعے سے یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ اسلام میں کامیاب حکمران وہ نہیں جو صرف وسیع سلطنت کا مالک ہو، بلکہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے حضور ایک مظلوم کی شکایت سے بھی لرز اٹھے۔

اگر اس رسالے کے مطالعے سے کسی قاری کے دل میں اپنے اعمال کا محاسبہ کرنے کا جذبہ پیدا ہو، حقوق العباد کی ادائیگی کی فکر بیدار ہو، ظلم اور کوتاہی سے بچنے کا احساس پیدا ہو، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مبارک سیرت سے عملی وابستگی نصیب ہو جائے، تو یہی اس کا اصل مقصد اور راقم کی سب سے بڑی کامیابی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس معمولی سی کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرمائے، اس میں اگر کوئی خیر ہے تو اسے اپنی رحمت سے باقی رکھے، اور اگر کہیں لغزش یا کوتاہی رہ گئی ہو تو اپنے فضل و کرم سے معاف فرمائے۔ **وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ، عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ۔**

محمد راحت خان قادری

خادم دار العلوم فیضان تاج الشریعہ، بریلی شریف

۱۱ / صفر المظفر ۱۴۴۸ھ / ۲۷ / جولائی ۲۰۲۶ء

کفن میں یہ تحریر رکھ دینا

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جس نے عدل، امانت، خوفِ آخرت اور حقوق العباد کی ادائیگی کو ایمان کے اعلیٰ ترین اوصاف میں شمار فرمایا، اور اپنے برگزیدہ بندوں کو ان صفات کا عملی نمونہ بنا کر قیامت تک کے لیے انسانیت کی رہنمائی کا ذریعہ بنایا۔ درود و سلام ہو سیدِ عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر، جنہوں نے ہر صاحبِ اختیار کو اپنی رعیت کا نگہبان اور ہر مسلمان کو اپنے اعمال کا محاسب بننے کی تعلیم عطا فرمائی، اور اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں آپ کے پاک اہلِ بیت، جلیل القدر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، بالخصوص امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر، جن کا خوفِ خدا، احساسِ جواب دہی اور حقوق العباد کی ادائیگی کا جذبہ تاریخِ اسلام کا ایک بے مثال باب ہے۔

شام سے واپسی... مگر دل ابھی رعایا میں ہے

شام (سائبریا/سیریا کا علاقہ) کی سرحدیں پیچھے رہ گئی تھیں...... فتح و کامرانی کا سفر اختتام کے قریب تھا...... لشکر مدینہ شریف کی طرف لوٹ رہا تھا...... راستے بھر لوگ اپنے گھروں، اپنے اہل و عیال اور اپنے آرام کے تصور میں محو تھے...... مگر ایک شخص ایسا بھی تھا جس کے ذہن میں نہ اپنے گھر کی فکر تھی، نہ اپنے آرام کی۔

وہ تھے امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ...... چہرے پر سفر کی تھکن نمایاں تھی...... مگر نگاہوں میں وہی بیداری تھی جو ایک ذمہ دار نگہبان کی ہوتی ہے...... انہیں معلوم تھا کہ میدانِ جنگ میں دشمن پر فتح

حاصل کرنا آسان ہے......لیکن اپنی رعایا کے حقوق ادا کرنا اس سے کہیں زیادہ بڑی آزمائش کا کام ہے۔

مدینہ کی حدود قریب آئیں تو قافلہ آہستہ آہستہ بکھرنے لگا......ہر شخص اپنے گھر کی راہ لینے لگا......مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدم کسی اور سمت اٹھ گئے......یہ ان کی پرانی عادت تھی......جب بھی کسی سفر سے واپس آتے، سب سے پہلے اپنے گھر کا رخ نہیں کرتے تھے......بلکہ خاموشی سے آبادی کے گرد ونواح کا جائزہ لیتے......تاکہ معلوم کریں کہ کہیں کوئی ایسا شخص تو نہیں جس کی خبر حکومت تک نہ پہنچی ہو۔

وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ محلوں کی رونقیں ہمیشہ حقیقت بیان نہیں کرتیں......بعض اوقات سب سے زیادہ درد ان جھونپڑیوں میں چھپا ہوتا ہے جہاں نہ کوئی فریاد سننے والا ہوتا ہے اور نہ کوئی حال پوچھنے والا......اسی سوچ کے ساتھ وہ لوگوں سے الگ ہو گئے۔

شام کی ٹھنڈی ہوا اب مدینہ منورہ کی نرم فضا میں بدل چکی تھی......سورج ڈھلنے کے قریب تھا......دور دور چند خیمے اور کچے ٹھکانے نظر آ رہے تھے......حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی رفتار آہستہ کر دی......وہ کسی ایسے دل کی تلاش میں تھے جس پر شاید حکومت کی نگاہ ابھی تک نہ پڑی ہو......اور چند ہی لمحوں بعد، ایک تنہا خیمے کے سامنے ان کے قدم رک گئے۔

ایک بوڑھی عورت کی فریاد

خیمہ معمولی سا تھا......نہ اس کے سامنے کوئی پہرہ تھا......نہ اندر آسائش کا

کوئی سامان...... گرد وغبار سے اٹی ہوئی زمین...... چند بوسیدہ کپڑے...... اور زندگی کی خاموش محرومی جیسے ہر طرف پھیلی ہوئی تھی...... حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آہستہ آہستہ آگے بڑھے...... انہوں نے سلام کیا...... خیمے کے پردے کے قریب بیٹھی ایک بوڑھی خاتون نے سلام کا جواب دیا...... اس کے چہرے پر عمر بھر کی مشقت کی لکیریں صاف دکھائی دے رہی تھیں...... معلوم ہوتا تھا کہ زمانے نے اسے بہت کچھ سکھایا ہے...... مگر اس کے دل میں ابھی بھی سچ کہنے کا حوصلہ باقی تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت سادگی سے دریافت فرمایا:

"اے اللہ کی بندی! خیریت تو ہے؟"

بوڑھی عورت نے مختصر سا جواب دیا:

"اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔"

چند لمحے خاموشی رہی...... پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے انداز میں گفتگو شروع کی جیسے کوئی عام مسافر حال احوال پوچھ رہا ہو...... اسی دوران انہوں نے اچانک سوال کیا:

"بتاؤ، عمر بن خطاب کی حکومت کیسی چل رہی ہے؟"

بوڑھی عورت نے ایک گہری سانس لی...... اس کے چہرے پر برسوں کی محرومی ایک لمحے میں نمایاں ہوگئی...... وہ بولی:

"تم عمر کا حال پوچھتے ہو؟"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"ہاں، میں بھی اسی اسلامی سلطنت سے ہوں...... اس لیے جاننا چاہتا ہوں کہ لوگ ان کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔"

بوڑھی خاتون نے بے تکلفی سے کہا:

"اللہ اسے میری طرف سے کوئی اچھا بدلہ نہ دے!"

یہ الفاظ عام آدمی کے لیے شاید ناگوار ہوتے......لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر ناگواری کا کوئی اثر نہ آیا......انہوں نے نہ غصہ کیا......نہ اپنی شناخت ظاہر کی......صرف نرمی سے پوچھا:

"آخر ایسی کیا بات ہوئی ہے؟"

بوڑھی عورت کی آنکھیں نم ہو گئیں......اس نے کہا:

"اللہ کی قسم! جب سے وہ مسلمانوں کا حاکم بنا ہے، آج تک مجھے بیت المال سے نہ ایک دینار ملا ہے، نہ ایک درہم۔"

یہ الفاظ کسی شکایت سے زیادہ ایک ٹوٹے ہوئے دل کی آواز تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آہستہ سے فرمایا:

"لیکن عمر کو تمہاری حالت کا علم کیسے ہو؟ تم تو اس ویرانے میں رہتی ہو۔"

بوڑھی عورت نے فوراً جواب دیا:

"**سبحان اللہ**! میں تو یہ سمجھتی تھی کہ جو شخص مسلمانوں کا حاکم بنتا ہے، اسے مشرق سے مغرب تک اپنی رعایا کے حالات معلوم ہونے چاہئے!"

یہ جملہ فضا میں گونج کر رہ گیا......اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل پر ایسا لگا جیسے کسی نے ایک تیر اتار دیا ہو۔

واعمراہ!...واخصوماہ!

واعمراہ! واخصوماہ!......یہ ایک جملہ تھا......مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے لیے گویا آسمان سے نازل ہونے والا محاسبۂ نفس تھا...... بوڑھی عورت خاموش ہو گئی...... لیکن اس کی باتیں ابھی تک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کانوں میں گونج رہی تھیں۔

"جو لوگوں کا حاکم بنے، اسے مشرق سے مغرب تک اپنی رعایا کے حالات معلوم ہونے چاہئے!"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر جھک گیا...... آنکھوں کے سامنے نہ مدینہ تھا، نہ شام کی فتوحات...... صرف ایک سوال تھا۔

"اگر اللہ تعالیٰ نے یہی سوال مجھ سے کرلیا تو میں کیا جواب دوں گا؟"

چند لمحے پہلے تک وہ ایک اجنبی مسافر کی طرح کھڑے تھے...... مگر اب ان کے اندر کا محاسب جاگ چکا تھا...... اچانک ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے...... وہ بے اختیار رونے لگے...... ان کے لبوں سے حسرت بھرے الفاظ نکلے:

"واعمراہ!...واخصوماہ!"

پھر خود ہی اپنے نفس کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"اے عمر! ہر شخص تجھ سے زیادہ سمجھدار نکلا۔"

یہ جملہ کسی اور کے لیے نہیں تھا...... یہ ایک عظیم حکمران کا اپنے ہی نفس کے خلاف فیصلہ تھا...... انہوں نے نہ بوڑھی عورت کو ملامت کی...... نہ اپنی صفائیاں پیش کیں...... نہ یہ کہا کہ اسلامی ریاست بہت وسیع ہو چکی ہے...... نہ یہ عذر پیش کیا کہ ہر گھر کی خبر رکھنا ممکن نہیں...... کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صرف عذر ہی نہیں بلکہ ذمہ داری بھی پوچھی جائے گی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آنسو پونچھے...... پھر نہایت عاجزی کے ساتھ اس بوڑھی خاتون کے قریب آئے...... اب ان کی آواز میں حکومت کا رعب نہیں تھا...... ایک خطا کار بندے کی سی عاجزی تھی...... انہوں نے نہایت ادب سے فرمایا:

"اے اللہ کی بندی! کیا تم اپنی یہ شکایت مجھ سے واپس لے لوگی؟"

بوڑھی عورت حیران ہو کر ان کی طرف دیکھنے لگی...... وہ ابھی تک یہی سمجھ رہی تھی کہ اس کے سامنے کوئی عام آدمی کھڑا ہے...... مگر اگلے چند لمحوں میں اسے معلوم ہونے والا تھا کہ جس شخص سے وہ اپنے دل کا درد بیان کر رہی ہے...... وہی پوری اسلامی سلطنت کے امیر المومنین ہیں۔

حق کی خریداری

"میں تمہارا حق خریدنا چاہتا ہوں"۔

بوڑھی عورت نے حیرت سے ان کی طرف دیکھا...... اسے محسوس ہوا کہ اس اجنبی کے لہجے میں اچانک غیر معمولی سنجیدگی آگئی ہے...... حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت انکساری سے فرمایا:

"اے اللہ کی بندی! اگر عمر اپنی اس کوتاہی پر شرمندہ ہو، تو کیا تم اس سے درگزر کر دوگی؟"

بوڑھی عورت نے بے اختیار کہا:

"تم آخر عمر کی اتنی طرف داری کیوں کر رہے ہو؟"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گہری سانس لی...... پھر نہایت آہستہ آواز

میں فرمایا:

"میں اس پر رحم کھاتا ہوں...... مجھے ڈر ہے کہ کہیں قیامت کے دن تمہارا دعویٰ اس کے لیے عذاب کا سبب نہ بن جائے۔"

یہ سن کر بوڑھی عورت خاموش ہوگئی...... وہ اس اجنبی کی بات پوری طرح سمجھ نہ سکی...... حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر فرمایا:

"بتاؤ، اگر عمر تمہارا حق ادا کرنا چاہے، تو تم اپنی یہ شکایت کس قیمت پر معاف کرو گی؟"

بوڑھی عورت نے تعجب سے کہا:

"اللہ تم پر رحم کرے! کیا تم ہمارا مذاق اڑا رہے ہو؟"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً فرمایا:

"نہیں...... اللہ کی قسم! میں مذاق نہیں کر رہا۔"

ان کی آواز بھرّا گئی...... پھر انتہائی عاجزی کے ساتھ بولے:

"میں چاہتا ہوں کہ قیامت کے دن عمر تمہارے دعوے سے بری ہو جائے۔"

یہ کہتے ہوئے انھوں نے اپنی تھیلی سے پچیس دینار نکالے اور بوڑھی خاتون کے سامنے رکھ دیے...... فرمایا:

"یہ لو... اور اگر تم راضی ہو تو اپنی یہ شکایت عمر کے ذمہ سے معاف کر دو۔"

بوڑھی عورت نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ ایک معمولی سی شکایت پر کوئی شخص اس قدر پریشان ہو جائے گا...... آخر کار اس نے وہ رقم قبول کر لی اور کہا:

"میں نے عمر کو معاف کیا۔"

اسی لمحے دور سے دو اشخاص آتے دکھائی دیے...... وہ قریب پہنچے تو وہ حضرت

سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے......انہوں نے ادب سے عرض کیا:

"السلام علیکم یا أمیر المؤمنین!"

یہ الفاظ سنتے ہی بوڑھی عورت پر حقیقت آشکار ہوگئی......اس کا چہرہ ایک دم متغیر ہونے لگ گیا......اس نے دونوں ہاتھ سر پر رکھ لیے اور گھبرا کر بول اٹھی:

"ہائے میری رسوائی! میں نے تو امیر المؤمنین کو ان کے منہ پر برا بھلا کہہ دیا!"

مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً اسے تسلی دی......محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

"پریشان نہ ہو......تم نے کوئی غلط بات نہیں کی......تم نے جو کچھ کہا ہے وہ حق کہا ہے......اور حق بات کہنے میں کوئی شرمندگی نہیں ہوتی۔"

یہ کہہ کر انہوں نے حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف دیکھا......اور ان کے دل میں ایک اور خیال پیدا ہوا......ایسا خیال، جو صرف آخرت سے ڈرنے والے دلوں میں پیدا ہوتا ہے۔

کفن میں یہ تحریر رکھ دینا

بوڑھی خاتون خاموش ہو چکی تھی......اس کی شکایت ختم ہوگئی تھی......مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل کا اضطراب ابھی ختم نہیں ہوا تھا......وہ بار بار یہی سوچ رہے تھے:

"اگر آج یہ خاتون مجھے معاف نہ کرتی......؟ اگر قیامت کے دن یہی میرا دامن پکڑ لیتی......؟ اگر اللہ تعالیٰ کی عدالت میں میرے پاس اس کا کوئی جواب نہ

ہوتا......؟"

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموشی سے یہ منظر دیکھ رہے تھے......وہ جانتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خوف لوگوں سے نہیں......صرف اللہ تعالیٰ سے ہے۔

اچانک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"کوئی چیز لاؤ......میں کچھ لکھنا چاہتا ہوں۔"

آس پاس تلاش کیا گیا......مگر اس وقت لکھنے کے لیے نہ کاغذ تھا، نہ چمڑا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لمحہ بھی توقف نہ فرمایا......اپنی پہنی ہوئی کھال کی چادر (فروہ) کا ایک ٹکڑا اپنے ہاتھ سے کاٹا......پھر اسے ہموار کیا......اور فرمایا:

"لکھو......"

لکھنے والا قلم سنبھال کر بیٹھ گیا......حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آہستہ آہستہ الفاظ بولنا شروع فرمائے:

"بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ"۔

پھر فرمایا:

"یہ وہ تحریر ہے جس کے ذریعے عمر بن خطاب نے فلاں عورت سے، اپنی خلافت کے آغاز سے آج تک ہونے والی شکایت کو پچیس دینار کے بدلے خرید لیا، تاکہ جب قیامت کے دن اللہ عزوجل کے سامنے عمر کھڑا ہو تو اس عورت کا کوئی دعویٰ اس کے ذمہ باقی نہ رہے۔"

پھر فرمایا:

"اس پر گواہ رہیں......"

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ......اور......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ...تحریر مکمل ہوگئی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے نہایت غور سے دیکھا......گویا اپنے دل کو اطمینان دلانا چاہتے ہوں کہ آج ایک حق ادا ہوگیا......پھر وہ تحریر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں دیتے ہوئے نہایت پُرسوز لہجے میں فرمایا:

"اے علی!"

چند لمحے خاموش رہے......ان کی نگاہیں زمین پر تھیں......پھر فرمایا:

"اگر میں تم سے پہلے دنیا سے چلا جاؤں......"

آواز مزید دھیمی ہوگئی۔

"تو یہ تحریر میرے کفن میں رکھ دینا"۔

فضا پر عجیب خاموشی چھا گئی......حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا......ان کی آنکھیں بھی نم ہوچکی تھیں۔

یہ ایک حکمران کی وصیت نہ تھی......یہ ایک ایسے بندۂ مؤمن کی فریاد تھی، جو دنیا کی سب سے بڑی سلطنت کا حاکم ہونے کے باوجود قیامت کے دن ایک مظلوم کے دعوے سے لرز رہا تھا۔

اسے اپنے تاج وتخت پر بھروسا نہ تھا......صرف اپنی فتوحات پر اعتماد نہ تھا......بلکہ امید صرف اس بات سے تھی کہ شاید اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونے سے پہلے کسی بندے کا حق ادا ہوجائے......اور یہی وہ خوفِ خدا تھا......جس نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیگر اصحاب میں ممتاز بنایا۔

سبقِ عمل

تاریخ کے بعض واقعات انسان کو صرف معلومات نہیں دیتے...... بلکہ اس کے ضمیر کو بیدار کر دیتے ہیں...... حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ واقعہ بھی انہیں نادر واقعات میں سے ہے...... بظاہر یہ ایک بوڑھی عورت کی شکایت اور ایک خلیفہ کی معذرت کا واقعہ ہے...... مگر حقیقت میں یہ اسلامی حکومت، احتسابِ نفس اور خوفِ آخرت کا ایسا زندہ نمونہ ہے جس کی مثال تاریخ عالم میں ملنا دشوار ہے۔

آج کا انسان اپنی غلطی ثابت ہونے کے بعد بھی اسے تسلیم کرنے کے بجائے دلائل تلاش کرتا ہے...... لایعنی تاویلیں پیش کرتا ہے...... اپنی کوتاہیوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے...... اور ذمہ داری دوسروں پر ڈال دیتا ہے...... لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اجنبی بوڑھی عورت کی شکایت سن کر نہ کوئی عذر پیش کیا...... نہ اپنی خدمات گنوائیں...... نہ اپنی فتوحات کا ذکر کیا...... بلکہ سب سے پہلے اپنے آپ کو مجرم سمجھا اور اپنے نفس کا محاسبہ کیا...... یہی حقیقی ایمان کی علامت ہے کہ انسان دوسروں سے پہلے اپنے آپ کو کٹہرے میں کھڑا کرے۔

یہ واقعہ ہمیں یہ بھی سکھاتا ہے کہ کسی منصب پر پہنچ جانا انسان کو جواب دہی سے آزاد نہیں کرتا...... بلکہ اس کی ذمہ داری کئی گنا بڑھا دیتا ہے...... جس قدر اختیار بڑھتا ہے، اسی قدر اللہ تعالیٰ کے سامنے حساب بھی سخت ہوتا جاتا ہے...... اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگاہ لوگوں کی تعریف پر نہیں...... بلکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حساب و کتاب پر تھی۔

اس واقعے میں ایک اور اہم سبق یہ ہے کہ مظلوم کی آہ کو کبھی معمولی نہیں سمجھنا

چاہیے...... ممکن ہے دنیا کی کچہریوں میں کوئی آواز دب جائے...... لیکن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہر مظلوم کو بولنے کا حق حاصل ہوگا...... اسی یقین نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بے چین رکھا...... یہاں تک کہ انہوں نے ایک تحریر لکھوا کر اپنے کفن میں رکھنے کی وصیت کی...... اس امید پر کہ شاید اللہ تعالیٰ کے حضور یہ گواہی ان کے لیے رحمت کا سبب بن جائے...... آج اگر ہم اپنے گھروں، اداروں، کاروبار، مدارس، مساجد اور دفاتر میں یہی سوچ پیدا کرلیں کہ کسی کا حق ہماری وجہ سے ضائع نہ ہو تو معاشرے کی بے شمار خرابیاں خود بخود ختم ہو جائیں...... ہر مسلمان کو روزانہ اپنے دل سے یہ سوال کرنا چاہیے:

"آج میری وجہ سے کسی کا حق تو نہیں مارا گیا؟"

اور اگر کسی کا حق باقی رہ گیا ہو تو اس کی تلافی میں دیر نہیں کرنی چاہیے...... کیونکہ زندگی کی مہلت محدود ہے...... جبکہ آخرت کا حساب ہمیشہ کے لیے ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت ہمیں یہی پیغام دیتی ہے کہ عظمت اس شخص کی نہیں جو لوگوں پر حکومت کرے...... بلکہ اس کی ہے جو اپنے نفس پر حکومت کرنا جانتا ہو...... اور اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دہی کے احساس کو کبھی فراموش نہ کرے۔

آج کے ذمہ داران کے نام

تاریخ صرف فتوحات، محلات اور سلطنتوں کا تذکرہ نہیں کرتی...... بلکہ ان کرداروں کو بھی زندہ رکھتی ہے جو اقتدار کے باوجود اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے آپ کو

جواب دہ سمجھتے تھے...... حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ واقعہ بھی اسی حقیقت کا روشن باب ہے...... ایک بوڑھی عورت کی چند تلخ باتوں نے ایک عظیم خلیفہ کو اس قدر بے چین کر دیا کہ وہ اپنی براءت کی تحریر لکھوا کر اپنے کفن میں رکھنے کی وصیت کر گئے...... یہ صرف ایک واقعہ نہیں ہے...... بلکہ ہر صاحبِ اختیار کے لیے قیامت تک کا پیغام ہے۔

آج اگر ہم اپنے معاشرے پر نگاہ ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کو عہدہ ملنے کے بعد سب سے پہلے اپنا حق یاد آتا ہے...... دوسروں کا حق نہیں...... اختیارات کو خدمت کے بجائے برتری کا ذریعہ سمجھ لیا گیا ہے...... یہی وجہ ہے کہ شکایتیں بڑھتی جا رہی ہیں اور اعتماد کم ہوتا جا رہا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں سکھایا کہ کسی رعیت کی شکایت سن کر سب سے پہلے اپنے نفس کا محاسبہ کرنا چاہیے...... صرف اپنی صفائی ہی پیش نہیں کرنی چاہیے...... اگر ایک عظیم خلیفہ یہ سوچ سکتا ہے کہ کہیں قیامت کے دن ایک بوڑھی عورت میرا دامن نہ پکڑ لے...... تو ہم میں سے کون ایسا ہے جو اپنے آپ کو اس احتساب سے بے نیاز سمجھ سکتا ہے؟

یہ واقعہ ہر حاکم، ہر قاضی، ہر استاد، ہر عالم، ہر امام، ہر متولی، ہر مہتمم، ہر ٹرسٹ کے ذمہ دار، ہر تاجر، بلکہ ہر اس شخص کے لیے آئینہ ہے جس کے ہاتھ میں کسی نہ کسی درجے کا اختیار ہے...... اختیار کا ہر درجہ ایک امانت ہے...... اور ہر امانت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی بھی وابستہ ہے۔

اگر آپ کسی دفتر کے ذمہ دار ہیں تو یاد رکھیے...... آپ کے ایک فیصلے سے کسی غریب کا حق ضائع ہو سکتا ہے...... اگر آپ کسی مدرسے یا مسجد کی ذمہ داری سنبھالے

ہوئے ہیں تو ان ایک ایک پیسہ، ایک ایک امانت اور ایک ایک فیصلہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے۔ اگر آپ کسی جگہ، ادارے یا تنظیم میں منصب رکھتے ہیں تو آپ کے قلم سے نکلنے والا ہر حکم قیامت کے دن آپ کے نامۂ اعمال کا حصہ ہوگا۔

یہ واقعہ عام مسلمانوں کو بھی یہ سبق دیتا ہے کہ اگر کسی کا حق ہمارے ذمے باقی ہو تو اسے معمولی نہ سمجھیں...... معافی مانگ لینے سے انسان چھوٹا نہیں ہوتا...... بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلند ہو جاتا ہے...... جس دن انسان اپنے نفس کا محاسبہ شروع کر دے، اس دن معاشرے کی نصف خرابیاں خود بخود ختم ہو جائیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت صرف اس بات میں نہیں تھی کہ وہ وسیع اسلامی سلطنت کے حکمران تھے...... بلکہ اس میں تھی کہ وہ ایک بوڑھی عورت کی شکایت کو بھی آخرت کے لیے خطرہ سمجھتے تھے...... وہ دنیا کے فیصلوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے حساب و کتاب سے ڈرتے تھے...... اور یہی خوف انہیں عدل کا پیکر بنا دیتا تھا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسا زندہ ضمیر عطا فرمائے جو لوگوں کی تعریف سے نہیں...... بلکہ اپنے رب کی پکڑ سے ڈرتا ہو...... ایسا دل عطا فرمائے جو حقوق العباد کی ادائیگی میں کبھی غفلت نہ کرے...... اور ایسی زندگی نصیب فرمائے کہ جب ہمارا کفن تیار ہو تو ہمارے ذمے کسی بندۂ خدا کا حق باقی نہ ہو۔ آمین یا رب العالمین

کامیاب وہ نہیں جس کے نام کے چرچے ہوں، بلکہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے حضور اس حال میں پہنچے کہ کسی بندۂ خدا کا حق اس کے ذمے باقی نہ ہو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پوری زندگی اسی حقیقت کی روشن تفسیر ہے۔

KAFAN ME TAHREER RAKH DENA

BY
KALIFAE HUZUR TAJUSSHRIYAH MUFTI

MUHAMMAD RAHAT KHAN QADRI

AL MAKTAB AL-NOOR

ALMAKTABUN-NOOR
Shikarpur Chaudhry, Izzatnagar
Bareilly Shareef, (U.P.) India,
Pin:243122
Mob:+91-9412684116
www.faizanetajushshariya.com